بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہاں ہیں انبیاء کے وارث؟

سلسلہ مطبوعات الدعوۃ السّلفیہ۔۲۹

نام کتاب	:	کہاں ہیں انبیاء کے وارث
تالیف	:	ابوعبداللہ مون
تقدیم	:	عبدالرحمٰن میمن
اشاعت اول	:	دسمبر ۲۰۰۱ء
کمپوزنگ	:	اہل حدیث کمپیوٹر سینٹر
قیمت	:	–
ناشر	:	مکتبۃ الدعوۃ السلفیۃ میمن کالونی ٹمیاری

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وآلہ وصحبہ اھل طاعتہ اجمعین اما بعد !

انسانی نظامِ زندگی کی اساس عقیدہ توحید پر رکھی گئی ہے لہٰذا بنیاد جتنی مستحکم ہوگی اتنی ہی اس پر اٹھنے والی عمارت مضبوط ہوگی اور بالفاظِ دیگر جتنا عقیدہ توحید کا تصور پختہ ہوگا اتنا ہی انسانی زندگی پر اسلامی تعلیمات کا رنگ گہرا ہوگا اور انسانی شخصیت پر اس کے اثرات ہمہ گیر ہوں گے۔

یہ تمام باتیں اس وقت ہی ممکن ہوں گی جب انسان اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا۔اس کی عمدہ مثال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں ہیں۔جنہوں نے راہِ حق میں استقامت اور جانثاری کو اپنا شعار بنایا۔جس کے نتیجے میں وہ دنیا کی قوموں کے امام وقائد بنے اور اقوام عالم کو تہذیب وتمدن اور اخلاق عالیہ سے روشناس کرایا۔تاریخ گواہ ہے کہ رفتہ رفتہ جب امت مسلمہ کے عقیدے میں لچک پیدا ہوئی تو توحید کے تصور میں جاہلانہ رسومات اور بدعات وخرافات پیدا ہوئیں کیونکہ امت مسلمہ نے اپنی زندگی کے معاملات کو الٰہی اور نبوی تعلیمات کے برعکس حل کرنے کی کوشش کی تو ان کے حسین طرز زندگی کی یہ ہیت بد ہوتی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی تہذیب وثقافت اور اسلوب تمدن سے دور ہوتے چلے اور دنیا کی قیادت وامامت کے علمبردار ذلت کی عمیق اندھیری کھائیوں میں گر گئے۔جس کا اثر یہ ہوا کہ توحید کے حقیقی تصور یعنی اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی واطاعت اور اس کی حاکمیت اعلیٰ کا نظریہ چھوڑ کر وہ عظیم امت مسلمہ تحاکم الی الطاغوت میں اپنا بھلا سمجھتے ہوئے اس عقیدہ پر سرگرداں ہوگئے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ عوام الناس کے ساتھ ساتھ وہ اہل علم طبقہ بھی اس گرفت میں آ گئے' جن کو عوام الناس کو دلدل سے نکالنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔افسوس! اب حالت زار یہ ہے کہ وہ بھی سر پر ہاتھ رکھے عوام الناس اور ملوک وقت کی خواہشات کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں اور اپنے اصل منصب کو بھلا کر دنیا کے جاہ وجلال کے حصول میں سرگرداں وپریشاں ہیں۔

زیر نظر رسالہ میں بھی برادرم ابوعبداللہ نے عالم اسلام کی علمی شخصیات کی متعدد کتب سے مواد جمع کر کے اہل علم اور باشعور لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کو ان کی اصل ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے۔امید ہے کہ اہل علم حضرات قرآن مجید کے اس فرمان عالی شان ''وتواصوا بالحق ''(والعصر) کو سامنے رکھتے

ہوئے برا محسوس نہیں کریں گے بلکہ حقیقت پسندانہ طور پر قرآنی تعلیمات کا تجزیہ کرنے کے لیے سوئے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے فرضِ منصبی کو نبھاتے ہوئے تحاکم الی الطاغوت کے غیر شرعی ماحول اور نظریہ کے خلاف دامے درمے' قدمے' سخنے غرض ہر میدان میں جہاد توحید کریں گے اور عوام الناس میں رائج باطل نظریات وخرافات کے خاتمے کی جستجو کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خادم العلم والعلماء

عبدالرحمٰن میمن

عرضِ مرتب

برادرانِ اسلام! آپ نے اکثر بلکہ ساری زندگی جمعہ کے خطبوں اور سیرت کانفرنسوں میں یہ سنا ہوگا کہ غیر اللہ کو پکارنا' ان کی نذر و نیاز' قبروں پر چڑھاوے وغیرہ یہ سب شرک ہے۔ یہ بھی سنا ہوگا کہ زنا کے اڈے' سودی نظام' ٹی وی' ڈش' بے حیائی' بے پردگی یہ سب حرام امور میں سے ہیں۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس ملک میں ہم رہتے ہیں وہاں کافرانہ نظام ہے۔ عدالتوں میں طاغوتی نظام ہے اور ان عدالتوں میں اپنے فیصلے لے جانا بالکل اسی طرح شرک ہے جس طرح غیر اللہ کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے چھوٹے بڑے تمام تنازعات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں اور اس کافرانہ نظام کا انکار اور اس کے قانون سے بغاوت کریں۔ اس چھوٹے سے کتابچے میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ یہ ساری باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کے سامنے رکھیں۔ آخر میں عوام الناس کے فائدہ کے لیے سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ اور نصیحت بھی شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو شرک سے بچنے اور حق بات سمجھنے' حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

آمین

ابو عبداللہ مون

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ....امابعد !

برادران اسلام سب سے پہلے تو آپ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ دین، شریعت اور عبادت کے کیا معنی ہیں تا کہ آپ کو بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

۱۔ دین کے معنی اطاعت کے ہیں۔

۲۔ شریعت قانون کو کہتے ہیں۔

۳۔ عبادت سے مراد بندگی کے ہیں۔

جب آپ کسی کی اطاعت میں داخل ہوئے اور اس کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو گویا آپ نے اس کا دین قبول کیا۔ پھر جب وہ آپ کا حاکم ہوا اور آپ اس رعایا بن گئے تو اس کے احکام اور اس کے مقرر کئے ہوئے ضابطے آپ کے لئے قانون یا شریعت ہوں گے اور جب آپ اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی شریعت (قانون) کے مطابق زندگی بسر کریں گے، جو وہ طلب کرے گا حاضر کر دیں گے، جس کا وہ حکم دے گا اسے بجالائیں گے، جن کاموں سے منع کرے گا ان سے رک جائیں گے، جن حدود کے اندر رہ کر کام کرنا وہ آپ کے لئے جائز ٹھہرائے گا انہی حدود کے اندر آپ رہیں گے اور آپس کے تعلقات و معاملات اور مقدموں اور قضیوں میں اسی کی ہدایات پر چلیں گے اور اسی کے فیصلے پر سر جھکائیں گے تو آپ کے اس رویہ کا نام بندگی یا عبادت ہوگا۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دین دراصل حکومت کا نام ہے۔ شریعت اس حکومت کا قانون ہے اور عبادت کے اس قانون اور ضابطہ کی پابندی ہے۔ آپ جس کسی کو حاکم مان کر اس کی محکومی قبول کرتے ہیں، دراصل آپ اس کے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر آپ کا وہ حاکم اللہ ہے تو آپ اللہ کے دین میں داخل ہوئے اگر وہ کوئی بادشاہ ہے تو آپ دین بادشاہ میں داخل ہوئے اگر وہ کوئی خاص قوم ہے تو آپ اسی قوم کے دین میں داخل ہوئے اور اگر وہ خود آپ کی قوم یا آپ کے وطن کے جمہور ہیں تو آپ دین جمہور میں داخل ہوئے۔ غرض جس کی اطاعت کا قلادہ آپ کی گردن میں فی الواقع اسی کے دین میں آپ ہیں اور جس کے قانون پر آپ عمل کر رہے ہیں دراصل اسی کی عبادت کر رہے ہیں۔

یہ بات جب آپ نے سمجھ لی تو بغیر کسی دِقّت کے یہ سیدھی سی بات بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے دو دین کسی بھی طرح نہیں ہو سکتے کیونکہ مختلف حکمرانوں میں سے بہر حال ایک ہی کی اطاعت آپ کر سکتے ہیں۔ مختلف

قوانین میں سے بہر حال ایک ہی قانون آپ کی زندگی کا ضابطہ بن سکتا ہے اور مختلف معبودوں میں سے ایک ہی کی عبادت کرنا آپ کے لیے ممکن ہے۔ آپ کہیں گے کہ ایک صورت یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ عقیدے میں ہم ایک کو حاکم مانیں اور واقعہ میں اطاعت دوسرے کی کریں پوجا اور پرستش ایک کے آگے کریں اور بندگی دوسرے کی بجالائیں' اپنے دل میں عقیدہ ایک قانون پر رکھیں اور واقعہ میں ہماری زندگی کے سارے معاملات دوسرے قانون کے مطابق چلتے رہیں۔ میں اس کے جواب میں یہ عرض کروں گا' بے شک یہ تو ہو سکتا ہے اور ہو سکتا کیا معنی ہو رہا ہے' مگر یہ ہے شرک اور یہ شرک سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ حقیقت میں تو آپ اسی کے دین پر ہیں جس کی اطاعت آپ واقعی کر رہے ہیں ۔ پھر یہ جھوٹ نہیں تو کیا ہے کہ جس کی اطاعت آپ نہیں کر رہے ہیں۔ اس کو اپنا حاکم اور اس کے دین کو اپنا دین کہیں اور اگر زبان سے آپ کہتے بھی ہیں یا دل میں ایسا سمجھتے ہیں تو اس کا فائدہ اور اثر کیا ہے؟ آپ کا یہ کہنا کہ ہم اس کی شریعت (قانون) پر ایمان لاتے ہیں بالکل ہی بے معنی ہے۔ جبکہ آپ کی زندگی کے معاملات اس کی شریعت (قانون) کے دائرے سے نکل گئے ہوں اور کسی دوسری شریعت (قانون) پر چل رہے ہوں۔ آپ کا یہ کہنا کہ ہم فلاں کو معبود مانتے ہیں اور آپ کا اپنے ان سروں کو جو گردنوں پر رکھے ہوئے ہیں' مسجد میں اس کے آگے زمین پر ٹیک دینا' بالکل ایک مصنوئی فعل بن کر رہ جاتا ہے جبکہ آپ واقع میں بندگی دوسرے کی کر رہے ہیں۔ حقیقت میں آپ کا معبود تو وہ ہے اور آپ دراصل عبادت اسی کی کر رہے ہیں جس کے حکم کی آپ تعمیل کرتے ہیں جس کے منع کرنے سے آپ رکتے ہیں جس کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر آپ کام کرتے ہیں جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں پر آپ چلتے ہیں جس کے ضابطے کے مطابق آپ دوسروں کا مال لیتے اور اپنا مال دوسروں کو دیتے ہیں' جس کے فیصلوں کی طرف آپ اپنے معاملات میں رجوع کرتے ہیں' جس کی شریعت (قانون) پر آپ کے باہمی تعلقات کی تنظیم اور آپ کے درمیان حقوق کی تقسیم ہوتی ہے اور جس کی طلبی پر آپ اپنے دل و دماغ اور ہاتھ اور پاؤں کی ساری قوتیں اور اپنے کمائے ہوئے مال اور آخر کار اپنی جان تک پیش کر دیتے ہیں پس آپ کا عقیدہ کچھ ہو اور واقعہ اس کے خلاف ہو تو اصل چیز واقعہ ہی ہوگا۔ عقیدے کے لئے اس صورت میں سرے سے کوئی جگہ نہ ہوگی نہ ایسے عقیدے کا کوئی وزن ہی ہوگا۔ اگر واقعہ میں آپ دین بادشاہ پر ہوں تو اس میں دینِ اللہ کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ اگر واقعہ میں آپ دین جمہور پر ہوں یا دین انگریز پر یا دین جرمن پر یا دین ملک یا وطن پر ہوں تو اس میں بھی دین اللہ کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی اور اگر فی الواقع آپ دین اللہ پر ہوں تو اسی طرح اس میں بھی کسی دوسرے دین کے لئے جگہ نہیں ہو سکتی

۔بہرحال یہ خوب سمجھ لیجئے کہ شرک جہاں بھی ہوگا جھوٹ ہی ہوگا۔

یہ نکتہ بھی جب آپ کے ذہن نشین ہو گیا تو بغیر کسی لمبی چوڑی بحث کے آپ کا دماغ خود اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ دین خواہ کوئی سا بھی ہو' لامحالہ اپنی حکومت چاہتا ہے۔ دین جمہوری ہو یا دین بادشاہی' دین اشتراکی ہو یا دین الٰہی یا کوئی اور دین بہرحال ہر دین کو اپنے قیام کے لئے خود اپنی حکومت کی ضرورت ہوتی ہے ''حکومت کے بغیر دین بالکل ایسا ہے جیسے ایک عمارت کا نقشہ آپ کے دماغ میں ہو' مگر عمارت زمین پر موجود نہ ہو۔ ایسے دماغی نقشے کے ہونے کا فائدہ ہی کیا جبکہ آپ رہیں گے اس عمارت میں جو فی الواقع موجود ہوگی؟'' اسی کے دروازے میں آپ داخل ہوں گے، اور اسی کے دروازے سے نکلیں گے۔ اسی کی چھت اور اسی کی دیواروں کا سایہ آپ پر ہوگا۔ اسی کے نقشے پر آپ کو سارا انتظام کرنا ہوگا۔ پھر بھلا ایک نقشے کی عمارت میں رہتے ہوئے آپ کا کسی دوسرے طرز یا دوسرے نقشے کی عمارت کو ذہن میں رکھنا یا اس کا معتقد ہو جانا آخر معنی ہی کیا رکھتا ہے؟ وہ خیالی عمارت تو محض آپ کے ذہن میں ہوگی مگر آپ خود اس حقیقی عمارت کے اندر ہوں گے جو زمین پر بنی ہوئی ہے۔ عمارت کا لفظ خیالی عمارت کے لئے تو کوئی بھی نہیں بولتا' نہ ایسی عمارت میں کوئی رہ سکتا ہے۔ عمارت تو کہتے ہی اس کو ہیں جس کی بنیادیں زمین میں ہوں اور جس کی چھت اور دیواریں زمین پر قائم ہوں بالکل اسی مثال کے مطابق کسی دین کے حق ہونے کا محض اعتقاد کوئی معنی نہیں رکھتا اور ایسا اعتقاد لاحاصل ہے جبکہ لوگ عملاً ایک دوسرے دین میں زندگی بسر کر رہے ہوں۔ جس طرح خیالی نقشہ کا نام عمارت نہیں ہے اسی طرح خیالی دین کا نام بھی دین نہیں ہے اور خیالی عمارت کی طرح کوئی شخص خیالی دین میں بھی نہیں رہ سکتا۔ ''دین وہی ہے جس کا اقتدار زمین پر قائم ہو جس کا قانون چلے' جس کے ضابطے پر زندگی کے معاملات کا انتظام ہو۔ لہٰذا ہر دین عین اپنی فطرت ہی کے لحاظ سے اپنی حکومت کا تقاضا کرتا ہے اور دین ہوتا ہی اس لئے ہے کہ جس اقتدار کو وہ تسلیم کرنا چاہتا ہے اسی کی عبادت اور بندگی ہو اور اسی کی شریعت (قانون) نافذ ہو''۔

مثال کے طور پر دیکھئے: دین جمہوری کا کیا مفہوم ہے؟ یہی نا کہ ایک ملک کے عام لوگ خود اپنے اقتدار کے مالک ہوں ان پر خود ان ہی کی بنائی ہوئی شریعت (قانون) چلے اور ملک کے سب باشندے اپنے جمہوری اقتدار کی اطاعت و بندگی کریں۔ بتایئے یہ دین کیسے قائم ہو سکتا ہے جب تک کہ ملک کا قبضہ واقعی جمہوری اقتدار کو حاصل نہ ہو جائے اور جمہوری شریعت (قانون) نافذ نہ ہونے لگے؟ اگر جمہور کے بجائے کسی غیر قوم کا یا کسی بادشاہ کا اقتدار ملک میں قائم ہو اور اسی کی شریعت (قانون) چلے تو دین جمہوری کہاں رہا؟ کوئی شخص دین جمہوری پر اعتقاد تو رکھتا ہو تو

رکھا کرے، جب تک بادشاہ کا یا غیر قوم کا دین قائم ہے، دین جمہوری کی پیروی تو نہیں کرسکتا۔

دین بادشاہی کو لے لیجئے یہ دین بادشاہ کو بھی حاکم اعلیٰ قرار دیتا ہے اسی لئے تو قرار دیتا ہے کہ اطاعت اس کی ہو اور شریعت (قانون) اس کی نافذ ہو۔ اگر یہی بات نہ ہوئی تو بادشا کو ماننے اور اسے حاکم اعلیٰ تسلیم کرنے کے معنی ہی کیا ہوئے؟ دین جمہور چل پڑا ہو یا کسی دوسری قوم کی حکومت قائم ہوگئی تو یہ دین بادشاہی رہا کب کہ کوئی اس کی پیروی کرسکے؟

دور نہ جایئے اسی دین کو دیکھ لیجئے جو اس وقت پاکستان کا دین ہے۔ یہ دین اسی وجہ سے تو چل رہا ہے کہ تعزیراتِ پاکستان اور ضابطہ دیوانی انگریزی طاقت سے نافذ ہے۔ آپ کی زندگی کے سارے کاروبار انگریز کے مقرر کردہ طریقے پر، اس کی لگائی ہوئی حد بندیوں کے اندر انجام پاتے ہیں اور آپ سب اسی کے حکم کے آگے سرِ اطاعت جھکا رہے ہیں۔ جب تک یہ دین اس قوت کے ساتھ قائم ہے آپ خواہ کسی دین کے معتقد ہوں، بہر حال اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن تعزیرات پاکستان اور ضابطہ دیوانی چلنا بند ہوجائے اور انگریز کے حکم کی اطاعت و بندگی نہ ہو تو بتایئے کہ دین انگریز کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے؟

ایسا ہی معاملہ دین اسلام کا بھی ہے، اس دین کی بنا یہ ہے کہ زمین کا مالک اور انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اسی کی اطاعت اور بندگی ہونی چاہیے اور اسی کی شریعت (قانون) پر انسانی زندگی کے سارے معاملات چلنے چاہئیں یہ اللہ کے اقتدار اعلیٰ کا اصول جو اسلام پیش کرتا ہے یہ بھی اسی غرض کے لیے ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری غرض اس کی نہیں ہے کہ زمین میں صرف اللہ کا حکم چلے، عدالت میں فیصلہ اُسی کی شریعت (قانون) پر ہو، پولیس اسی کے احکام جارے کرے، لین دین اسی کے ضابطے کی پیروی میں ہوں۔ ٹیکس اسی کی مرضی کے مطابق لگائیں جائیں اور انہی مصارف میں صَرف ہوں جو اس نے مقرر کئے ہیں، سول سروس اور فوج اسی کے زیرِ حکم ہو لوگوں کی قوتیں اور قابلیتیں، محنتیں اور کوششیں اسی راہ میں ہوں، تقویٰ اور خوف اسی سے کیا جائے، رعیت اسی کی مطیع ہو اور فی الجملہ انسان اس کے سوا کسی کے بندے بن کر نہ رہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ غرض پوری نہیں ہوسکتی جب تک کہ خالص الٰہی حکومت نہ ہو۔ کسی دوسرے دین کے ساتھ یہ شرکت کہاں قبول کرسکتا ہے؟ اور کون سا دین ہے جو دوسرے دین کی شرکت قبول کرتا ہو؟ ہر دین کی طرح یہ دین بھی یہی کہتا ہے کہ اقتدار خالصاً اور مخلصاً میرا ہونا چاہئے اور دوسرا دین میرے مقابلے میں مغلوب ہونا چاہئے۔ ورنہ میری پیروی نہیں ہوسکتی۔ میں ہونگا تو دین جمہوری نہ ہوگا، دینِ بادشاہی نہ ہوگا، دین

اشتراک نہ ہوگا، کوئی دوسرا دین نہ ہوگا اور اگر کوئی دوسرا دین ہوگا تو میں نہ ہوں گا اور اس صورت میں محض مجھے حق مان لینے کا کوئی نتیجہ نہیں، یہی بات ہے جس کو قرآن بار بار دہراتا ہے۔ مثلاً

﴿ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّ يْنَ حُنَفَآءَ ﴾ (البينة : ۵)

''لوگوں کو اس بات کے سوا کسی بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ سب طرف سے منہ موڑ کر اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُسی کی عبادت کریں''۔

﴿ هُوَ الَّذِ یْ اَرْسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِ یْنِ الحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّ يْنِ كُلِّهِ وَلَو كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾ (التوبة : ۳۳)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ شرک کرنے والوں کو ایسا کرنا کتنا ہی ناگوار ہو۔''

﴿ وَقَاتِلُوا هُمْ حتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّ يْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (الانفال : ۳۹)

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارا کا سارا اللہ کے لئے ہو جائے''۔

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ ﴾ (یوسف : ۴۰)

''حکم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءِ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا﴾ (الکهف: ۱۱۰)

''تو جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اس کو چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کی عبادت کو شریک نہ کرے''۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِ يْنَ يَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُونَ اَنْ يَتَحَاكَمُوْآ اِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ اُمِرُوآ اَنْ يَّكْفُرُوا بِهِ ....وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهَ ﴾

''تو نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اس ہدایت پر جو تیری طرف اور تجھ سے پہلے نبیوں کی طرف اتاری گئی تھی اور پھر چاہتے یہ ہیں کہ فیصلے کے لئے اپنے مقدمات

طاغوت (یعنی غیر اللہ کے قانون) کے پاس لے جائیں' حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا...........ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لئے تو بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے''۔

اوپر میں عبادت' دین اور شریعت کی جو تشریح کر چکا ہوں اس کے بعد آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ ان آیات میں قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

اب یہ بات صاف ہوگئی کہ اسلام میں جہاد کی اس قدر اہمیت کیوں ہے۔ دوسرے تمام نبیوں کی طرح دینِ اللہ بھی محض اس بات پر مطمئن نہیں ہوسکتا کہ آپ بس اس کے حق ہونے کو مان لیں اور اپنے اس اعتقاد کی علامت کے طور پر محض رسمی پوجا پاٹ کر لیا کریں۔ کسی دوسرے دین کے ماتحت رہ کر آپ اس دین کی پیروی کر ہی نہیں سکتے۔ کسی دوسرے دین کی شرکت میں بھی اس کی پیروی ناممکن ہے' لہٰذا اگر آپ واقعی اس دین کو حق سمجھتے ہیں تو آپ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس دین کو زمین میں قائم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں اور یا تو اسے قائم کر کے چھوڑیں یا اسی کوشش میں جان دے دیں۔

''یہی کسوٹی ہے جس پر آپ کے ایمان و اعتقاد کی صداقت پرکھی جاتی ہے۔ آپ کا اعتقاد سچا ہوگا تو آپ کو کسی دوسرے دین کے اندر رہتے ہوئے آرام کی نیند تک نہ آسکے گی کجا کہ آپ اس کی خدمت کریں اور اس کی خدمت کی روٹی مزے سے کھائیں اور آرام سے پاؤں پھیلا کر سوئیں۔ اس دین کو حق مانتے ہوئے جو لمحہ بھی آپ پر کسی دوسرے دین کی ماتحتی میں گزرے گا اس گزرے گا کہ بستر آپ کے لیے کانٹوں کا بستر ہوگا' کھانا زہر اور حنظل کا کھانا ہوگا اور دین حق کو قائم کرنے کی کوشش کئے بغیر آپ کو کسی پل چین نہ آسکے گا۔ لیکن اگر آپ کو دین اللہ کے سوا کسی دوسرے دین کے اندر رہنے میں چین آتا ہو اور آپ اس حالت پر راضی ہوں تو آپ مومن نہیں ہیں۔ خواہ آپ کتنی ہی دل لگا کر نماز پڑھیں' کتنے لمبے لمبے مراقبے کریں' کتنی ہی قرآن و حدیث کی شرحیں فرمائیں اور کتنا ہی اسلام کا فلسفہ بگھاریں۔ یہ تو ان لوگوں کا معاملہ ہے جو دوسرے دین پر راضی ہوں۔ رہے وہ منافقین جو دوسرے دین کی وفادارانہ خدمت کرتے ہوں یا کسی اور دین (مثلاً دین جمہور) کو لانے کے لئے جدوجہد کرتے ہوں تو ان کے متعلق کیا کہوں؟ موت کچھ دور نہیں ہے' وہ وقت جب آئے گا تو جو کچھ کمائی انہوں نے دنیا کی زندگی میں کی ہے اللہ خود ہی ان کے سامنے رکھ دے گا۔ یہ لوگ اگر اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں تو سخت حماقت میں مبتلا ہیں۔ عقل ہوتی تو ان کی سمجھ میں خود آجاتا کہ ایک

دین کو برحق بھی ماننا اور پھر اس کے خلاف کسی دوسرے دین کے قیام پر راضی ہونا یا اس کے قیام میں حصہ لینا یا اس کو قائم کرنے کی کوشش کرنا، بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں، آگ اور پانی جمع ہو سکتے ہیں مگر ایمان باللہ کے ساتھ یہ عمل قطعاً جمع نہیں ہو سکتا۔

قرآن اس سلسلے میں جو کچھ کہتا ہے وہ سب کا سب تو اس چھوٹے سے کتابچے میں کہاں نقل کیا جا سکتا ہے مگر صرف چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿ اَفَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُتْرَكُوا اَنْ يَّقُولُوا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ، وَلَقَد فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ (العنکبوت : ۲تا۳)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض یہ کہہ کر کہ ''ہم ایمان لائے'' چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ان سے پہلے جس نے بھی ایمان کا دعویٰ کیا ہے اس کو ہم نے آزمایا ہے پس ضرور ہے کہ اللہ دیکھے کہ ایمان کے دعوے میں سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔''

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَا اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ، اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعَالَمِيْنَ ، وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ (العنکبوت : ۱۰ تا ۱۱)

''اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب اللہ کے رستے میں وہ ستایا گیا تو انسانوں کی سزا سے ایسا ڈرا جیسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے، حالانکہ اگر تیرے رب کی طرف سے فتح آجائے تو وہی آکر کہے گا ہم تو تمہارے ہی ساتھی تھے، کیا اللہ جانتا نہیں ہے جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے؟ مگر وہ ضرور دیکھ کر رہے گا مومن کون ہے اور منافق کون''۔

﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾

''اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے کہ مومنوں کو اسی طرح رہنے دے جس طرح وہ اب ہیں (کہ سچے اور جھوٹے مدعیان ایمان خلط ملط ہیں) وہ باز نہ رہے گا جب تک خبیث اور طیب کو چھانٹ کر الگ الگ نہ کر دے''۔

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ

اللّٰہِ وَلَا رَسُولِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ﴾ (التوبة : ١٦)

''کیا تم نے یہ سمجھ لیا کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ نہیں دیکھا کہ تم میں سے کون ہیں جنہوں نے جہاد کیا اور کون ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کو چھوڑ کر دوسروں سے اندرونی تعلق نہ رکھا''۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ تَوَلَّوا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مَا ھُمْ مِنْکُمْ وَلَا مِنْھُم ......اُولٰئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُون ، اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ وَرَسُولَہٗ اُولٰئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ، کَتَبَ اللّٰہُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴾ (المجادلة : ١۴ تا ٢١)

''تو نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو ساتھ دیتے ہیں اس گروہ کا جس سے اللہ ناراض ہے؟ یہ لوگ نہ تمہارے ہی ہیں اور نہ انہی کے ہیں......... یہ تو شیطان کے پارٹی والے ہیں۔خبردار! شیطان کی پارٹی والے ہی نامراد رہنے والے ہیں۔یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں (یعنی دین حق کے قیام کے خلاف کام کرتے ہیں) وہ شکست کھانے والوں میں ہوں گے۔اللہ کا فیصلہ ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہو کر رہیں گے' یقیناً اللہ طاقتور اور زبردست ہے''۔

ان آیات سے یہ بات صاف معلوم ہوگئی کہ جب اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین زمین میں قائم ہو اور کوئی مسلمان اپنے آپ کو اس حالت میں پائے تو اس کے مومن صادق ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس باطل دین کو مٹا کر اس کی جگہ دین حق کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے یا نہیں۔اگر کرتا ہے اور اس کوشش میں اپنا پورا زور صرف کر دیتا ہے اپنی جان لڑا دیتا ہے اور ہر طرح کے نقصانات انگیز کئے جاتا ہے تو سچا مومن ہے' خواہ اس کی یہ کوششیں کامیاب ہوں یا ناکام لیکن اگر وہ دین باطل کے غلبے پر راضی ہے یا اس کو غالب رکھنے میں خود حصہ لے رہا ہے تو وہ اپنے ایمان میں جھوٹا ہے۔

پھر ان آیات میں قرآن مجید نے ان لوگوں کو بھی جواب دیا ہے جو دین حق کو قائم کرنے کی مشکلات عذر کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ظاہر ہے کہ دین حق کو جب کبھی قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی کوئی نہ کوئی دین باطل قوت اور زور کے ساتھ قائم شدہ تو پہلے سے موجود ہوگا ہی' طاقت بھی اس کے پاس ہوگی' رزق کے خزانے بھی اسے کے قبضے میں

ہوں گے اور زندگی کے سارے میدان پر وہی مسلط ہوگا۔ ایسے ایک قائم شدہ دین کی جگہ کسی دوسرے دین کو قائم کرنے کا معاملہ بہر حال پھولوں کی سیج نہیں ہوسکتا ہے۔ آرام اور سہولت کے ساتھ میٹھے میٹھے قدم چل کر یہ کام نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔ آپ چاہیں کہ جو کچھ فائدے دینِ باطل کے تحت بسر کرتے ہوئے حاصل ہوتے ہیں یہ بھی ہاتھ سے نہ جائیں اور دینِ حق بھی قائم ہو جائے تو یہ قطعاً محال ہے''۔

یہ کام تو جب بھی ہوگا اسی طرح ہوگا کہ آپ ان تمام حقوق کو ان تمام فائدوں کو اور ان تمام آسائشوں کو لات مارنے کے لیے تیار ہو جائیں جو دینِ باطل کے ماتحت آپ کو حاصل ہوں اور جو نقصان بھی اس مجاہدے میں پہنچ سکتا ہے۔ اس کو ہمت کے ساتھ انگیز کریں۔ جن لوگوں میں یہ کھکھیڑ اٹھانے کی ہمت ہو، جہاد فی سبیل اللہ انہی کا کام ہے اور ایسے لوگ کم ہی ہوا کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو دینِ حق کی پیروی تو کرنا چاہتے ہیں مگر آرام کے ساتھ، تو ان کے لیے بڑھ بڑھ کر بولنا مناسب نہیں، ان کا کام تو یہی ہے کہ آرام سے بیٹھے اپنے نفس کی خدمت کرتے رہیں اور جب اللہ کی راہ میں مصیبتیں اٹھانے والے آخر کار اپنی قربانیوں سے دینِ حق کو قائم کر دیں تو وہ آ کر کہیں ''**انا کنا معکم** ''، یعنی ہم تو تمہاری ہی جماعت کے آدمی ہیں، لاؤ اب ہمارا حصہ دو۔

شریعت الٰہیہ کا نفاذ اور غیر قانونی قوانین کا انکار واجب ہے

الحمد لله رب العالمين ' واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ' اله الاولين والاخرين ' ورب الناس اجمعين ' مالك الملك ' الواحد الاحد الفرد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد ' واشهد ان محمدا عبده ورسوله ' صلوات الله وسلامه عليه ' بلغ الرسالة وادى الامانة ' وجاهد فى الله حق جهاده وترك امته على المحجة البيضاء ، ليلها كنهارها ' لايزيغ عنها الا هالك .

اما بعد !

یہ ایک مختصر رسالہ اور ضروری نصیحت ہے جس کا موضوع ہے ''شریعت الٰہیہ کا نفاذ اور غیر شرعی قوانین کا انکار واجب ہے''۔ یہ رسالہ میں نے یہ دیکھ کر لکھا ہے اس زمانے میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بجائے دیگر احکام وقوانین کو اپنائے ہوئے ہیں اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر نجومیوں' کاہنوں' بادیہ نشین خاندانوں کے سربراہوں اور وضعی قوانین کے ماہروں سے وابستہ ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ طرزِ عمل جہالت کی وجہ سے ہے جب کہ کچھ لوگوں کو یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عناد اور دشمنی پر مبنی ہے۔ امید ہے کہ میری یہ نصیحت جاہلوں کے لئے باعث علم' غافلوں کے لئے موجب نصیحت اور بندگان الٰہی کے لئے صراطِ مستقیم پر استقامت کا سبب قرار پائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الذاريات : ۵۵)

''اور نصیحت کرتے رہیں یہ نصیحت مومنوں کو نفع دے گی''۔

اور فرمایا:

﴿ وَاِذَا اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا (کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا''۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سے نفع پہنچائے، مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ وہ اس کی شریعت کی پابندی کریں، اس کی کتاب کے احکام و قوانین کو نافذ کریں اور نبی کریم محمد ﷺ کی سنت مطہرہ کی پابندی کریں۔

برادرانِ اسلام!

اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات : ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں''۔

اور فرمایا:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (بنی اسرائیل : ٢٣)

''اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ دے دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو''۔

نیز فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (النساء : ٣٦)

''اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو''۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گدھے پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ نے فرمایا ''معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟'' میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں وہ انہیں عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ سنادوں؟'' فرمایا نہیں۔ انہیں بشارت نہ سناؤ ورنہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے؟ (بخاری و مسلم)

علماءؒ نے عبادت کی تعریف میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں، ان میں سب سے جامع تعریف وہ ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ ''عبادت ان تمام ظاہری و باطنی اقوال و اعمال کا ایک جامع نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور جن سے خوش ہوتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عبادت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان امر، نہی، اعتقاد

قول اورعمل ہر ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے کامل اطاعت وفرماں برداری کو اختیار کرے۔اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی شریعت پر استوار ہو‘اللہ تعالیٰ نے جسے حلال قرار دیا ہے‘اسے حلال اور جسے حرام قرار دیا ہے اسے حرام سمجھے۔اپنے سیرت اور کردار اور اعمال وافعال میں اللہ کی شریعت کی پابندی کرے اور اس سلسلہ میں نفسانی خواہشات سے دور رہے اور یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ وہ فرد ہو یا معاشرہ‘مرد ہو یا عورت۔''یادرہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو زندگی کے بعض پہلوؤں میں تو اپنے رب کے حکم کی اطاعت کرے اور بعض دیگر پہلوؤں میں وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے مخلوق میں سے کسی کے حکم کی پابندی کرے۔''

جیسا کہ اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿ فَـلَا وَرَبِّکَ لَا یُـؤْمِـنُـونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِی اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ﴾ (النساء : ٦٥)

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات (تمام اختلافات) میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں''۔

نیز درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

﴿ اَفَحُکْمُ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُونَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُکْمًا لِّقَومٍ یُوقِنُونَ ﴾ (المائدہ)

''کیا یہ لوگ پھر سے زمانہ جاہلیت کے حکم اور فیصلہ کے خواہش مند ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے اچھا حکم اور فیصلہ کس کا ہے؟

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے تو اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اس دین کے تابع نہیں ہوجاتی‘ جسے میں لے کر آیا ہوں۔ آدمی کا ایمان صرف اس صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے‘چھوٹے بڑے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہو اور زندگی کے ہر معاملہ میں خواہ اس کا تعلق جان سے ہو یا مال سے یا عزت وآبرو سے‘فیصلہ کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف رجوع کرے ورنہ وہ اللہ کا نہیں غیر اللہ کا پجاری ہوگا۔

جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (النحل)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو''۔

جو شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے سر اطاعت جھکا دے (یعنی سر تسلیم خم کردے) اور اس کی وحی سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے سرِ اطاعت جھکائے اور غیر شریعت (غیر اللہ کے قانون) سے فیصلہ کرائے تو اس نے بتوں کی عبادت کی اور ان کی اطاعت و بندگی اختیار کی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُونَ اَنْ يَتَحَاكَمُوآ اِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ اُمِرُوآ اَنْ يَّكْفُرُوا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيدًا ﴾ (النساء : ٦٠)

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ غیر اللہ کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ شیطان کا انکار کریں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر (سیدھے) راستے سے دور ڈال دے''۔

عبودیت صرف اللہ وحدہ ہی کے لئے ہے لہٰذا طاغوت کی عبادت سے اور اس سے مقدمات کا فیصلہ کرانے سے اظہار براءت کرنا کلمہ شہادت کا تقاضا ہے' جس میں آدمی یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں وہی ان کا خالق ہے' وہی انہیں حکم دیتا اور منع کرتا ہے' وہی موت اور حیات کا مالک ہے' وہی ان سے حساب لے گا اور جزا اور سزا دے گا لہٰذا صرف اور صرف وہی مستحق عبادت ہے' اور کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ (الاعراف : ۵۴)

''یاد رکھو! اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور فرماں روائی کرنا (یعنی حاکم ہونا)''۔

جس طرح خالق صرف اللہ وحدہ ہے' اسی طرح آمر بھی صرف وہی ہے اور اس کے امر کی اطاعت واجب ہے

۔اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء ومشائخ کو اپنا رب بنالیا تھا کیونکہ وہ جب اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام قرار دے دیتے تو یہودی ان کی اطاعت کرتے تھے'ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُم وَرُهْبَانَهُم اَربَابًا مِّن دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (التوبة : ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں'اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔''

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ علماء اور مشائخ کی عبادت شاید یہ ہے کہ ان کے نام پر ذبح کیا جائے یا ان کے نام کی نذر مانی جائے یا انہیں رکوع اور سجود کیا جائے'اس لئے جب وہ مسلمان ہونے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عرض کیا''یارسول اللہ! ہم ....(یعنی عیسائی کیونکہ اسلام سے قبل حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا تعلق عیسائیت سے تھا) ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے''۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا یہ بات نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا تھا'علماء ومشائخ انہیں حرام قرار دے دیتے تھے تو تم لوگ بھی انہیں حرام سمجھنے لگ جاتے تھے؟۔حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔یہ بات تو تھی۔تو آپ نے فرمایا'بس یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔(احمد.....امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ﴾ (التوبة : ۳۱)

''ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں''۔

یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دے دے تو وہ حرام ہے اور جس چیز کو وہ حلال قرار دے دے'بس وہی حلال ہے۔اللہ تعالیٰ جسے شریعت قرار دے اس کی پیروی کی جائے وہ جو حکم دے اسے نافذ کیا جائے'اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔یعنی وہ شرکاء'نظراء'اعوان'اضداد اور اولاد سے پاک

ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ رب۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص:۳۴۹)

جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے اپنے مقدمات کے فیصلے چاہنا یہ اس شہادت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوتوں، حکمرانوں (جو شریعت کی پابندی نہیں کرتے اور قرآن وسنت کو چھوڑ کر غیر اسلامی قوانین سے فیصلہ کرتے ہیں) اور نجومیوں وغیرہ سے اپنے فیصلے کرانا اللہ عزوجل کی ذات گرامی پر ایمان کے منافی ہے اور کفر، ظلم اور فسق ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ (المائدة : ۴۴)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں''۔

اور فرمایا:

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ﴾ (المائدة : ۴۵)

''ہم نے ان لوگوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے، لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوگا اور جو شخص اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں''۔

نیز فرمایا:

﴿ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ (المائدة : ۴۷)

''اور اہل انجیل کو چاہیئے کہ جو احکام اللہ نے اس انجیل میں نازل فرمائے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے لوگ نافرمان ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے بغیر حکم دینا جاہلوں کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرنا اس کی سزا اور اس کے ایسے عذاب کا مستوجب ہے، جسے وہ ظالم لوگوں سے دور نہیں کیا کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ لَفٰسِقُونَ ، اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَومٍ يُّوْقِنُونَ ﴾ (المائدة : ۴۹ تا ۵۰)

”(اے نبی!) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔کیا یہ لوگ پھر زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہشمند ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟“۔

جو شخص اس آیت پر تدبر کرے تو اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس فرمان کو کہ ”جو حکم اللہ نے نازل فرمایا اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے“ آٹھ تاکیدوں کے ساتھ مؤکد فرمایا۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ اے پیغمبر! ان کے درمیان صرف اسی کے مطابق فیصلہ کرنا جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

۲۔ لوگوں کی خواہشیں اور چاہتیں کسی حال میں بھی آپ کے اور اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے میں رکاوٹ نہ بنیں، چنانچہ فرمایا ”اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا“۔

۳۔ معاملہ قلیل ہو یا کثیر، چھوٹا ہو یا بڑا، اس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بغیر فیصلہ کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ فرمایا ”اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں“۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرنا اور حکم الٰہی میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے جو دردناک عذاب کا مستوجب ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا

ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے''۔

۵۔ حکم الٰہی سے اعراض کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر مبتلائے فریب نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ بندگانِ الٰہی میں شکر گزار تو کم ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ''اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں''۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے بغیر فیصلہ کرنے کو جاہلیت کے حکم سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا ''کیا یہ لوگ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟''

۷۔ یہاں جو عظیم مقصود مطلوب ہے اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا حکم تمام احکام سے اچھا اور مبنی بر عدل وانصاف ہے، چنانچہ ارشاد ہے ''اور اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟''۔

۸۔ یقین کا تقاضا یہ ہے کہ یہ علم ہو کہ حکم الٰہی تمام دیگر احکام کے مقابلہ میں بہترین، اکمل مکمل ترین اور مبنی بر عدل وانصاف ہے، لہٰذا اس کے سامنے تسلیم و رضا کے جذبہ سے سر اطاعت جھکا دینا واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟''

یہ معنی و مطالب قرآن مجید کی اور بہت سی آیات اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال سے ثابت ہیں۔

مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهِ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَو يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

''جو لوگ ان (پیغمبر) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو''۔ (النور:٦٣)

اور فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُم ﴾ (النساء : ٦٥)

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں''۔

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہش کو اس دین کے تابع نہیں کر دیتا جسے میں لایا ہوں''۔

''امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اسے ہم نے صحیح سند کے ساتھ ''کتاب الحجۃ'' میں

روایت کیا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''کیا یہ بات نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء کو حلال قرار دیا تھا وہ (علماء ومشائخ) انہیں حرام قرار دے دیتے تھے تو تم لوگ بھی انہیں حرام سمجھنے لگ جاتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دے دیتے تھے تو تم لوگ بھی انہیں حلال سمجھنے لگ جاتے تھے؟

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''جی ہاں یہ بات تو تھی'' تو آپ نے فرمایا ''بس یہی ان کی عبادت کرنا ہے''۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعض مسائل میں جھگڑا کرنے والوں سے یہ کہا تھا:

''قریب ہے تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسنے لگے کہ جب میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو تم کہنے لگتے ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے''۔

تو اس گفتگو کے معنی یہ ہیں کہ بندے پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے سامنے مکمل طور پر سر اطاعت جھکا دے اور اللہ ورسول کے ارشادات کو ہر شخص کے قول پر ترجیح دے۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت وحکمت کا تقاضا ہے کہ اس کے بندوں کے فیصلے اس کی شریعت ووحی کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ ایک انسان کو جو ضعف، خواہش، عجز ودر ماندگی اور جہالت جیسے عوارض لاحق ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان سے پاک ہے اور وہ حکیم وعلیم ولطیف وخبیر ہے، اپنے بندوں کے حالات اور ان کی مصلحتوں کو جانتا اور اس بات سے خوب آگاہ ہے کہ بندوں کے حال ومستقبل کے اعتبار سے کون سی بات ان کے لئے موزوں ہے۔ یہ بھی اس کی تمام رحمت کا اظہار ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے تنازعات اور امور زندگی سے متعلق ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تاکہ انہیں عدل، خیر اور سعادت حاصل ہو بلکہ رضا، راحت اور اطمینان وسکون قلب کی دولت سے شاد کام ہوں، اس لئے کہ بندے کو جب یہ معلوم ہوگا کہ متنازعہ معاملہ میں فیصلہ صادر ہونے والا حکم اللہ خالق وعلیم وخبیر کا حکم ہے تو بندہ تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے قبول کرے گا خواہ وہ حکم اس کی اپنی خواہش وارادہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کے برعکس جب اسے یہ معلوم ہو کہ یہ فیصلہ اسی جیسے کسی انسان کا ہے جو اپنی خواہش وشہوت کا پجاری ہے تو وہ اس فیصلہ پر راضی نہ ہوگا بلکہ وہ اپنے مطالبہ پر ڈٹے ہوئے، جھگڑے کو جاری رکھے گا اور اس

صورت میں تنازعہ بھی کبھی ختم نہ ہوگا بلکہ اختلاف ہمیشہ برقرار رہے گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب اپنے بندوں پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ اس کی وحی کی روشنی میں اپنے متنازعہ امور کے فیصلے کریں تو یہ بھی اس کی رحمت واحسان کا اظہار ہے، چنانچہ اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا الأَمٰنٰتِ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ، يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُم فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُم تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ﴾ (النساء : ۵۸تا ۵۹)

''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا (اور) دیکھتا ہے۔ مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام کار بھی اچھا ہے۔''

اس آیت کریمہ کے عمومی مخاطب اگرچہ حاکم ومحکوم اور راعی ورعایا ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اس کے مخاطب قضاۃ وحکام بھی ہیں کہ انہیں حکم ہے کہ وہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں جیسا کہ مومنوں کو حکم ہے کہ وہ اس فیصلہ کو دل وجان سے قبول کریں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق ہو اور جسے اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا نیز انہیں حکم ہے کہ تنازع اور اختلاف کی صورت میں وہ معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کریں۔

مسلمان بھائیو! اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا اور شریعت الٰہی سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانا یہ وہ امر ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کی شہادت کا یہ تقاضا ہے اور اس سے یا اس کے کسی جزء سے اعراض موجب عذاب الٰہی ہے خواہ کوئی حکومت اپنی رعایا کے ساتھ معاملہ میں اس بارے میں کوتاہی کرے یا کسی بھی زمان ومکان کی کوئی مسلمان جماعت عقائد وافکار کے باب میں کوتاہی کرے اور یہ کوتاہی خواہ خاص مسائل میں یا عام میں یا ایک جماعت

کے دوسری جماعت کے ساتھ یا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے تعلقات میں‘ ان تمام صورتوں میں حکم ایک ہی ہے‘‘ جب ساری مخلوق اسی کی ہے تو حکم بھی اسی کا چلے گا کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔ وہ شخص ایمان سے محروم ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ انسانوں کے احکام وآراء اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے بہتر یا اس کے مثل یا مشابہ ہیں یا وہ اس بات کا جائز قرار دے کہ شریعت کے بجائے وضعی احکام یا انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے‘ ایسا شخص ایمان سے محروم ہے خواہ وہ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بہتر‘ اکمل اور مبنی بر عدل وانصاف ہیں‘‘۔ عامۃ المسلمین‘ امراء وحکام اور اہل حل وعقد پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈریں‘ اپنے ملکوں اور اپنے تمام امور ومعاملات میں شریعت الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے ملکوں کو دنیا وآخرت میں عذاب الٰہی سے بچاسکیں اور ان علاقوں سے عبرت حاصل کریں جہاں احکام الٰہی سے اعراض کیا گیا تو وہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آ گئے‘ اہل مغرب کی تقلید اور ان کے طریقے کی پیروی کی وجہ سے اختلاف وانتشار اور بہت سے فتنوں میں مبتلا ہو گئے ‘خیر وبھلائی سے محروم ہو گئے اور ایک دوسرے کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنے لگے حتیٰ کہ ان کی صورت خراب سے خراب تر ہوتی چلی جارہی ہے اور یہ صورت حال اس وقت تک درست نہ ہوگی اور دشمنوں کا سیاسی وفکری تسلط اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک وہ اپنے اللہ کی رجوع نہیں کرتے اور اس کے بتائے ہوئے اس صراط مستقیم پر نہیں چلتے جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے‘ جس پر چلنے کا اس نے حکم دیا اور جس کے نتیجہ میں ابدی وسرمدی نعمتوں والی جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا سچ فرمایا ہے کہ:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِى فَاِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنكًا وَّ نَحْشُرُهُ يَومَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ، قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِى اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ، قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ (طٰهٰ: ۱۲۴ تا ۱۲۶)

’’اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو دیکھتا بھالتا تھا‘ تو اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہئے تھا) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو‘ تو نے انہیں بھلا دیا اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے‘‘۔

اس سے بڑھ کر تنگی اور کیا ہوسکتی ہے‘ جو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتے‘ اس کے اوامر

پر لبیک نہیں کہتے بلکہ اللہ رب العالمین کے احکام کے بجائے ایک کمزور مخلوق کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں' اس شخص سے بڑھ کر بیوقوف اور کون ہوسکتا ہے جس کے پاس حق بات کرنے' امور ومعاملات میں فیصلہ کرنے' راستہ واضح کرنے اور گمراہ کو راہ راست پر لانے کے لئے کتاب اللہ موجود ہو لیکن وہ اسے ترک کر کے کسی آدمی کے اقوال کو یا کسی حکومت کے نظام کو لے لے۔ کیا ایسا کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے دنیا وآخرت کا خسارہ ان کے مقدر میں ہے' وہ نہ تو دنیا میں فلاح وسعادت سے ہمکنار ہو سکیں گے اور نہ روز قیامت عذاب الٰہی سے بچ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسے حرام قرار دیا تھا اسے انہوں نے حلال ٹھہرالیا اور اس نے جسے واجب قرار دیا تھا اسے انہوں نے ترک کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ قوم میری اس بات سے نصیحت حاصل کرے' اپنے حالات پر غور وفکر کرے اور جو کچھ اس نے کیا ہے اس کا جائزہ لے کہ رشد وہدایت کی طرف پلٹ آئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو تھام لے تاکہ وہ صحیح معنوں میں حضرت محمد ﷺ کی امت بن سکے اور اس کا نام آج بھی اقوام عالم میں اسی طرح بلند ہو جو طرح سلف صالح اور امت کے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا نام بلند ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ زمین کے بادشاہ اور دنیا کے رہنما بن گئے تھے اور بندگان الٰہی ان کے تابع وفرمان تھے اور یہ سب کچھ نتیجہ تھا اس فتح ونصرت الٰہی کا جس سے اللہ تعالیٰ اپنے ان ایمان دار بندوں کو سرفراز فرمایا کرتا ہے' جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اے کاش! کہ میری قوم کے لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے کس قدر قیمتی خزانے کو ضائع کر دیا' کس قدر سنگین جرم کا ارتکاب کیا اور اپنی امت کو کس بلاء اور مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنَّـهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَومِكَ وَ سَوْفَ تُسئَلُون ﴾ (الزخرف : ۴۴)

''اور یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور (لوگوں) تم سے عنقریب پوچھا جائے گا''۔

اور رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب آخر زمانے میں لوگ قرآن مجید سے بے نیاز ہو جائیں گے اس کی تلاوت سے اعراض کریں گے اور اس کے احکام کو نافذ نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو سینوں اور صحیفوں سے محو کر دے گا۔ لہٰذا مسلمانو! خبردار رہو اور احتیاط کرو کہیں بداعمالیوں کی وجہ سے تم یا تمہاری آنے والی نسلیں اس عظیم مصیبت سے دوچار نہ ہو جائیں۔ میری اس نصیحت کی مخاطب وہ مسلمان اقوام بھی ہیں جو دین کو

جانتی اور اللہ رب العالمین کی شریعت کو پہچانتی ہیں لیکن اختلافات وتنازعات کے وقت وہ شریعت الٰہی کے بجائے ایسے انسانوں کی طرف رجوع کرتی ہیں جو عرف وعادت کی بنا پر فیصلے کرتے ہیں یا جاہلیت اولیٰ کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے محض مقفع مسجع عبارتوں کی بنیادوں پر فیصلے کرتے ہیں۔

امید ہے کہ جس انسان تک میری یہ نصیحت پہنچے گی وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں توبہ کرے گا ان حرام افعال کے ارتکاب سے رک جائے گا جو کوتاہی ہوئی اس پر توبہ واستغفار اور ندامت کا اظہار کرے گا' اپنے بھائیوں اور گرد وپیش کے لوگوں کو جاہلیت کی عادتیں چھوڑ دینے کی تلقین کرے گا' شریعت کے مخالف ہر قسم کے عرف وعادت کو خیر باد کہہ دے گا کہ توبہ کرنے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ حکمرانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ حق کی وعظ ونصیحت کرتے رہیں' حق کو بیان کرتے رہیں' مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی زمام اقتدار نیک لوگوں کے ہاتھ میں دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں خیر وبھلائی حاصل ہو' بندگان الٰہی اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب سے باز رہیں۔ آج مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شدید محتاج ہیں' اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ان کے حالات میں تبدیلی آئے گی اور ذلت ورسوائی کی یہ زندگی عزت وشرف کی زندگی سے بدل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ وصفات علیا کے واسطہ سے اس سے سوال ہے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو کھول دے تاکہ اس کے کلام کو سمجھیں' اس کی طرف متوجہ ہوں' اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں' مخالف شریعت اقوال سے اجتناب کریں اور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے اس کے حکم کی پابندی کریں:

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوٓا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (یوسف : ۴۰)

اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلیٰ آله واتباعه باحسان الی یوم الدین

سوال: ان مسلمانوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس قرآن کریم اور سنت مطہرہ موجود ہے؟

جواب: اس قسم کے لوگوں کے بارے میں جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور پھر غیر منزل من اللہ سے فیصلے کراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کافی نہیں ہے اور عصر حاضر میں وہ اس قابل نہیں کہ اس کے مطابق حکم دیا جائے، میری رائے وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں بیان فرمائی ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُم ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِی اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ﴾ (النساء : ٦٥)

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے''

نیز فرمایا:

﴿ وَمَن لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الکَافِرُونَ ﴾ (المائدۃ : ۴۴)

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ کافر ہیں''

<u>جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو چھوڑ کر غیر شریعت سے فیصلہ کراتے، اسے جائز سمجھتے اور شریعت الٰہی کی روشنی میں فیصلہ کی نسبت اسے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں تو بلا شک وشبہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ جیسا کہ سابقہ دو آیتوں اور دیگر آیات سے ثابت ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:</u>

﴿ اَفَحُکْمُ الجَاھِلِیَۃِ یَبْغُونَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللہِ حُکمًا لِّقَومٍ یُؤقِنُونَ ﴾ (المائدۃ)

''کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟''۔

دوسری جگہ عقائد کے باب میں شیخ ابن باز فرماتے ہیں کہ:

جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ وہ نظام اور قوانین جو لوگوں کے وضع کردہ ہیں وہ اسلامی شریعت سے افضل ہیں یا اس کے مساوی ہیں یا انہیں نافذ کرنا بھی جائز ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ جو خواہ یہ عقیدہ رکھے کہ اسلامی شریعت ہے تو افضل

لیکن اس بیسوی صدی میں اس کا نفاذ ممکن نہیں ہے یا کہنا کہ اسلامی شریعت پر عمل مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب ہے یا یہ کہنا کہ شریعت کا تعلق صرف ان امور سے ہے جو بندے اور اس کے رب کے مابین ہیں اور زندگی کے دیگر امور و معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں، وہ بھی کافر ہے نیز اس میں یہ کہنا بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ حکم دیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کر دیا جائے تو یہ سزائیں عصر حاضر میں مناسب نہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ معاملات اور حدود میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے حکم کے بغیر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے خواہ اس کے حکم کو حکم شریعت سے افضل نہ بھی سمجھے تو بھی وہ کافر ہے، کیونکہ اس طرح اس نے ان امور کو حلال ٹھہرالیا جن کے بارے میں اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حرام قرار دیا ہے اور ہر وہ شخص جو ان امور کو حلال قرار دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مثلاً زنا، شراب سود اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بغیر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا تو اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ یقینی کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس کی مرضی کے مطابق عمل کریں نیز ہمیں اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انه سميع قريب ، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه

(شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ)

(مقالات وفتاوی صفحه ۹۸ تا ۱۰۷ یا ۱۱۶ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹)

علمائے اسلام کی ذمہ داری

آج ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں اور اسلام کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری اور الزام علماء کے سر آتا ہے بلکہ ہمارا استعمار پرست (حکومتی) طبقہ اسلام سے بے خبر یا باغی ہونے کی وجہ سے جو کچھ کر رہا ہے اس کی بھی تمام ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے۔

درحقیقت علماء اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو یہ الزام دیا جائے اس لئے کہ وہ جب مسلم ممالک کی غاصب و جابر حکومتوں کے استعمار پرستانہ کاموں کی تائید کرتے ہیں یا کبھی ان کی ایسی کاروائیوں پر خاموش رہتے ہیں تو یہ دراصل استعمار کی پشت پناہی ہے یا کم از کم اس کو برداشت کرنے کے مترادف ہے۔ دوسرے مسلم عوام کی جہالت اور غفلت کے ذمہ دار بھی علماء ہی ہیں۔ اس لئے علماء نے عوام کو ان معاملات کے بارے میں نہ اسلامی احکام بتائے ہیں اور نہ کبھی ان کو یہ بتایا ہے کہ دراصل اسلام ہے کیا اور چاہتا کیا ہے۔

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت خود علماء کرام اسلام اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہو گئے ہیں اس لئے کہ انہوں نے کبھی عوام کو یہ نہیں بتایا کہ غیر ملکی استعمار پسندوں کے بارے میں اسلام کے احکام کیا ہیں اور نہ انہوں نے یہ بتایا کہ جو حکومتیں بیرونی استعمار کی پشت پناہی اور مسلمانوں کے دشمنوں سے دوستی کرتی ہیں ان کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے استعمار (غیر اللہ کے نظام وقانون) کو برداشت کر لیا ہے اور استعمار پرست حکومتوں کی اطاعت کر رہے ہیں۔ علماء کرام کی خاموشی نے اسلام کو تباہ کر دیا ہے اور عوام نے نہ صرف اس تباہی کو قبول کیا ہے۔ بلکہ ایک طرح سے وہ بھی اس میں مدد ومعاون بن گئے ہیں دراصل عوام کو علماء کے متعلق یہ یقین ہے کہ جو بات اسلام کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو اس علماء ہرگز خاموش نہیں رہ سکتے۔ اس لئے ہماری حکومتیں جو کچھ کر رہی ہیں وہ اسلام کے خلاف نہیں ہیں۔

علمائے کرام نے اپنی آنکھیں اور کان بند اور منہ سی رکھے ہیں اور کئی صدیوں سے اسلام کی طرف سے بے پرواہ ہو کر غفلت کی نیند سو رہے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام بھی غافل اور بے نیاز ہو گئے ہیں اس لئے کہ عوام خیال کرتے ہیں کہ اگر اسلام محفوظ نہ ہوتا تو علماء خاموش نہ رہ سکتے تھے۔

علمائے اسلام کا خواب غفلت طویل مدت سے جاری ہے اور اس دوران انہوں نے نہ تو اسلام کے خلاف جاری

ہونے والے کسی حکم کو رکوایا اور نہ خلاف اسلام رسوم واطوار واوضاع پر ٹوکا اور نہ کبھی اس مقصد سے متحد ہوئے کہ احکام اسلام کی بحالی کی اجتماعی جدوجہد کریں۔

حاکموں نے بڑے بڑے مظالم کئے۔حرام کاموں کو حلال قرار دے دیا' انسانی خون بہایا' شرفاء کی عزتوں سے کھیلے' زمین میں فساد برپا کیا' حدود اللہ پر دست درازی کی' یہ سب کچھ ہوا لیکن علماء کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ نہ تو ظلم دیکھ کر حرکت میں آئے اور نہ حرام کے حلال کئے جانے پر ان کی رگ حمیت پھڑکی۔ گویا نہ تو اسلام کا علماء سے کوئی مطالبہ ہے اور نہ ان پر کوئی فرض عائد ہوتا ہے' نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری ہے اور نہ حکام کو نصیحت کرنا ان پر واجب ہے اور نہ احکام اسلامی کی بحالی کی جدوجہد ان کا فریضہ ہے۔ اسلامی ممالک غلام بنا لئے گئے تب بھی علماء کی حمیت جوش میں نہ آئی نہ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ میں حملہ آور دشمن سے جہاد کرنے اور غلامی کے خلاف مزاحمت کرنے کا کتنا شدید حکم ہے اور نہ حملہ آوروں اور ان سے دوستی کرنے کے بارے میں اسلامی احکام بیان کئے۔

اسلامی ممالک میں مغربی قوانین نافذ کئے گئے جو اسلام کے احکام سے متضاد ہیں اور نتیجۃً اسلام معطل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزیں حرام قرار پا گئیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا حلال ہو گئیں لیکن ہمارے علماء نہ تو اسلام کی پامالی پر بے قرار ہوئے اور نہ انہیں اپنے مستقبل کی بربادی سے پریشانی لاحق ہوئی۔ حالانکہ ان کا مستقبل ان کا کھانا پینا اور زندہ رہنا سب اسلام کے سبب اور اسلام کے نام کی برکت سے ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے اور اسلام کے مستقبل کے تحفظ کے لئے نہ کبھی باہم مشورہ کیا اور نہ کوئی اجتماعی کوشش کی۔

اسلامی ممالک میں ہر طرف فسق وفجور اور لاقانونیت کا دور دورہ ہے' شراب خانے اور رقص گاہیں کھل گئی ہیں۔ مسلمانوں حکومتوں نے مسلمان لڑکیوں کو بدکاری کی اجازت دے دی ہے' لوگ اعلانیہ اسلام کے خلاف کام کرنے لگے ہیں لیکن ہمارے علماء سمٹے سکڑے بیٹھے ہیں اور ان تمام مکروہات ومحرومات پر صرف سر ہلا کر اور منہ بنا کر رہ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ علماء ایک خدمت یہ بھی انجام دیتے رہے ہیں کہ جب بھی کسی حکوت کا معاملہ عوام کی نظروں میں بگڑنے لگتا ہے تو وہ حکومت علماء کا سہارا لیتی ہے اور علماء فوراً اس کی مدد کو پہنچتے ہیں اور مسلم عوام کو اس حکومت کی اطاعت وفرماں برداری کا درس دیتے ہیں جو شراب' زنا اور ہر قسم کے فسق وفجور بلکہ کفر تک کو جائز قرار دیتی رہی ہے اور پھر اسلام

کے نام کی برکت سے لوگوں کے ذہن بدل دیتے ہیں اور حکومت اور حکومتی جماعت کو لاحق خطرہ ٹل جاتا ہے ۔مسلمانوں کے ساتھ علماء کا یہ مذاق طویل مدت سے جاری ہے اور کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ مسلم عوام یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ جس بدکرداری اور اسلام سے انحراف کی زندگی وہ گزار رہے ہیں وہ اصلی اسلام ہے ۔علماء کی روش سے اسلامی احکام بحال کرنے کی کوششوں سے بے اعتنائی برتنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف فسق وفجور کا دور دورہ ہے اور اصلاح احوال مفقود ہے۔

علماء انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں ان کو کسی طرح یہ زیب نہیں دیتا کہ نیابت انبیاء کے منصب کا اس طرح غلط استعمال کریں ۔اسلام نے علماء پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے ۔اب اگر علماء کرام ہی اس فرض کو ادا نہ کریں تو دوسرا کون کرے گا۔

علماء کرام! اپنے اور اسلام کے معاملے میں جو اقدام کرو خوف اللہ کے ماتحت کرو۔اے حضرات علماء آپ کا طبقہ حکومتوں اور حاکموں کی نظر میں صرف اس لئے ذلیل ہوگیا ہے کہ آپ نے اسلام کا احترام وتحفظ نہیں کیا آپ حضرات کی عزت اسلام کی عزت سے وابستہ ہے ۔آپ کی قوت اسلام ہے اگر آپ ان لوگوں کو اپنی عزت وقوت کا کچھ بھی خیال ہے تو اسلام کی عزت وقوت کے لئے کام کیجئے۔

حضرات علماء! آپ کا احکام الٰہی بیان کرنے سے باز رہنا اور دشمنانِ اسلام کی طرف سے شعائر اللہ کی تذلیل ہوتے دیکھ کر بھی چشم پوشی کرتے رہنا ہرگز اسلام پر عمل کرنا نہیں ہے۔اسی طرح آپ کا اپنے مدارس میں طلبا کو اسلامی احکام کی تعلیم دینا جب کہ حکومتیں اسلامی احکام نافذ کرنے پر تیار نہیں ہیں' کسی طرح اسلام کی خدمت نہیں ہے۔

حضرات علماء! اسلام یہ نہیں ہے کہ آپ منبروں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اخلاقیات وعبادات کی تلقین کریں لیکن حکومت اور حاکموں سے متعلق نیز قانون' عدالتی امور' اقتصادی اور اجتماعی مسائل اور دشمنوں اور دوستوں کے بارے میں اسلام کے جو احکام وفرامین اور رجحانات ہیں ان سے لوگوں کو بے خبر رکھیں۔

آپ لوگ کھل کر ہر بات لوگوں کو کیوں نہیں بتاتے جب کہ آپ کا کام ہی دوسروں کو ہر وہ بات بتانا ہے جو وہ نہ جانتے ہوں۔

آپ حضرات عوام کو کیوں نہیں بتاتے کہ غلامی کے بارے میں اسلام کے کیا احکام ہیں اور ان لوگوں کے متعلق اسلام کیا حکم دیتا ہے جو غلامی کو پسند کرتے ہیں اور غلام بنانے والوں سے دوستی کر کے اپنی اسلام سے نفرت اور دشمنی کا

اظہار کرتے ہیں۔ آپ حضرات مسلمانوں کو وہ احکام کیوں نہیں بتاتے جو اسلام ان حاکموں کے بارے میں بتاتا ہے جو مسلمانوں پر خلافِ اسلام احکام مسلط کرتے ہیں کیا اسلام ان لوگوں کی اطاعت اور ان کی ذاتی اغراض ومفادات کی پیروی کا حکم دیتا ہے یا ان کی مخالفت کرنے اور ان کے خلاف بغاوت کرنے کا حکم دیتا ہے؟ آپ لوگوں کو مغربی قوانین کے سلسلے میں یہ کیوں نہیں بتاتے کہ اسلام ان کو ماننا ضروری قرار دیتا ہے یا ان سے سرتابی اور بغاوت کا حکم دیتا ہے۔

اے علماء کرام! میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ آپ میں ایک چھوٹی سی بہت ہی قابل احترام اقلیت ایسی موجود ہے جو پوری طرح کتاب اللہ پر عمل کرتی ہے اور احکام قرآنی پر استقامت سے جمی ہوئی ہے اور آپ میں ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے اپنا علم' اپنی قوتیں اور اپنی پوری زندگی احکام قرآنی کو قائم اور بحال کرنے میں صرف کردی ہے اور اللہ کے کاموں سے کسی قسم کا خوف ان کو باز نہیں رکھ سکا۔ لیکن یہ لوگ بہت تھوڑے ہیں پھر یہ خود کو علماء کہلانے اور آپ لوگوں کی طرف انتساب کو بھی اچھا خیال نہیں کرتے۔ ان چند منتخب اور ممتاز لوگوں کا عمل آپ لوگوں کی کوتاہیوں کا مداوا نہ بن سکے گا اور نہ آپ کی ذمہ داری کے بوجھ کو کم کر سکے گا نہ آپ پر سے بے اعتدالی اور بے عملی کے الزام کو دور کر سکے گا۔

اس لئے اے علماء کرام ا!پ سب کو ان نیک لوگوں کی مانند کام کرنا' ان کے نقشِ قدم پر چلنا اور اسلام کی کچھ خدمت کرنا چاہیئے۔ آپ لوگوں کو خاموش ہوئے ایک طویل مدت گزر چکی ہے اور واللہ اس وقت آپ سب کے لئے اور اسلام کے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنا سکوت وجمود توڑ دیں اور کچھ کریں اور زبان کھولیں۔

عبد القادر عودۃ شہید رحمۃ اللہ علیہ

''مسلمانوں کی بے خبری اور علماء کی بے بسی''

(صفحہ ۲۸ تا ۳۶)

چند شبہات اور ان کا جواب

طاغوتی نظام اور غیر شرعی قوانین کے بارے میں قرآن و حدیث کے دلائل جاننے کے بعد ہر شخص کے ذہن میں کچھ سوالات ابھرتے ہیں مثلاً ہم سب اس وقت طاغوتی نظام کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں؟ غیر شرعی قوانین ہم سب پر مسلط ہیں؟ فیصلے کے لئے ان عدالتوں میں جانا ناگزیر ہے؟ شناختی کارڈ' نوٹ وغیرہ پر تصویر یہ سب کیا ہے؟ ہم کیا کریں؟

اس کے جواب میں' نبی ﷺ کا فرمان آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ۔آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص برائی کو دیکھے وہ ہاتھ سے اس برائی کو روکے ۔اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو دل سے اس کو برا جانے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

اس حدیث میں اول درجے کا مسلمان اسے کہا گیا ہے جو برائی کو ہاتھوں سے روکے۔ظاہر ہے یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب آپ کے پاس طاقت ہو۔حکومت ہو جو کہ فی الحال آپ کے پاس نہیں۔لیکن دورے صورت جو اللہ کے نبی ﷺ نے بیان کی ہے وہ آپ کے بس میں ضرور ہے اور آپ اس پر قادر ہیں اور وہ یہ ہے کہ زبان سے اس برائی کو برائی کہیں مثلاً جس طرح آپ اور ہم سب قبر کا شرک' نذر و نیاز کا شرک وغیرہ بیان کرتے ہیں بالکل اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ یہ تمام شر وکفر و بدعات ہیں جو آپ اپنے گرد دیکھ رہے ہیں یہ اسی طاغوت کی سرپرستی میں ہو رہے ہیں۔یہی اصل خرابی ہے اور یہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔جیسا کہ میں بات اچھی طرح وضاحت سے بیان کر چکا ہوں۔

لوگوں اور بالخصوص نوجوانوں کی ذہن سازی کریں اور اس کے مقابلے میں اپنی قوت تیار کریں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے ''**اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ** '' زیادہ نہیں کر سکتے تو صرف **12000** مومن تیار کر لیں ان افراد کو تیار کرنے میں تمام تر قابلیتیں صرف کر دیں۔واللہ یہ تعداد آپ کے لئے کافی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان سے یہ بات ثابت ہے۔اپنی جان و مال' اور وقت جتنا ہو سکے اس کام میں صرف کیجئے۔یہی سرمایہ آخرت ہے۔اسی میں آخرت کی کامیابی کا دار و مدار ہے۔یہی انبیاء کرام علیہم السلام کا بنیادی مشن ہے کہ لوگوں پر سے لوگوں کی حکومت ہٹا کر اللہ کا قانون نافذ کیا جائے۔لوگ کسی کے بندے بن کر نہ رہیں۔کسی کے قانون کو تسلیم نہ کریں

سوائے اللہ عزوجل کے نازل کئے ہوئے قانون کے۔وہ خالق وہی مالک ہے۔وہی رزاق ہے تو پھر قانون بھی اسی کا چلنا چاہیئے۔ارشاد ربانی ہے کہ کہ ’’ان سے لڑو یہاں تک کہ دین سارے کا سارا رب العزت کے لئے ہو جائے‘‘۔

سوچئے!غور کیجئے!!مساجد ہم بنائیں،ان میں خوب تزئین وآرائش کریں۔لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کریں۔نمازیں پڑھیں،روزہ رکھیں،زکوٰۃ دیں،حج بھی کریں جبکہ ہمارے اردگرد ماؤں بہنوں کی عزتیں محفوظ نہ ہوں،زنا کھلے عام ہو رہا ہو،لوگ دھڑلے سے شراب پی رہے ہوں اور بیچ رہے ہوں۔سودی نظام جاری ہو۔بے پردگی بے حیائی وفحاشی کی تعلیم دی جارہی ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شرک وبدعات کا پرچار ہو رہا ہو۔غیر اللہ کا قانون ہم سب پر مسلط ہو۔کیا ان حالات میں ہماری یہ ذمہ داری نہیں کہ لوگوں کو ان سب خرافات سے بچانے کی فکر کریں؟اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم وعظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔یہی انبیاء کرام کا بنیادی مشن تھا اور یہی ہمارا مشن ہو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’[وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان باطل پر غالب کردے خواہ شرک کرنے والوں کو ایسا کرنا کتنا ہی ناگوار گزرے‘‘۔

بھائیوں مجھے امید ہے کہ اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ موجودہ حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ور کیا کر رہے ہیں؟

’’واذ قال ربک ..الخ ‘‘(سورۃ بقرۃ:۳۰)امام قرطبیؒ وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے تا کہ وہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کرے۔ان کے جھگڑے چکائے۔مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے۔حدود اللہ قائم کرے۔برائیوں کے مرتکب لوگوں کو ڈانٹے ڈپٹے وغیرہ۔وہ بڑے بڑے کام جو بغیر امام کے انجام نہیں پاسکتے چونکہ یہ کام واجب اور بغیر امام کے پورے نہیں ہو سکتے اور جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے۔لہٰذا خلیفہ کا مقرر کرنا واجب ثابت ہوا (تفسیر ابن کثیر ج اص ۱۱۱) اب آپ ہی بتائیں بغیر اسلامی ریاست کے خلیفہ کیسے بن سکتا ہے؟جب اللہ کا قانون ہی نہیں تو خلیفہ کیسے بنے گا؟

علماء کرام سے گزارش

علمائے کرام سے گزارش ہے کہ نوجوانوں میں یہ شعور پیدا کریں اور انہیں اس طرف راغب کریں اور اس مقصد کے لئے تیار کریں۔نوجوانوں کی صلاحیتوں، قابلیتوں، علم، مال کو اور جان کو اسی مقصد کے لئے استعمال کریں۔اگر آپ حضرات اس طرف بھرپور توجہ دیں تو وہ وقت دور نہیں کہ اس سرزمین پر اللہ کا قانون ہوگا۔اللہ کی حکمرانی ہوگی۔اس وقت اہل حدیث لاکھوں کی تعداد میں ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ اس طرف کوئی فکر و سوچ نہیں۔آج اہل حدیث کے بچے بچے کو قبر کے شرک وغیرہ کے بارے میں مکمل معلومات تو ہے مگر طاغوت اور غیر شرعی قوانین کے بارے میں کچھ معلومات نہیں۔الا ماشاء اللہ چند لوگ ہی ایسے ہوں گے جنہیں اس کے بارے میں علم ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ آپ اس طرف بھرپور توجہ دیں گے اور لوگوں کی بالخصوص نوجوانوں کی اس سلسلے میں بھرپور رہنمائی کریں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی توفیق دے اور شہادت کی موت دے ۔آمین۔

[1]۔اس کا مقصد ہرگز نہیں کہ میں مساجد و مدارس بنانے کا مخالف ہوں بلکہ مساجد وغیرہ سادی بنائی جائیں اور یہی رقم نوجوانوں کی ٹریننگ اور قوت بنانے پر خرچ کی جائے (مؤلف)